

اختلافی مسائل پر صحیح روایتی

ہم دیکھتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے مسائل پر، جنہیں بعض حضرات فردی بھی کہتے ہیں، بہت سے حضرات لڑتے جھگڑتے ہیں، دست و گرباں ہو جاتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا مناسب ہے؟

آپ کے سوال میں تین پہلو قابل غور ہیں: اولًا، کیا اختلاف کی بنا پر دست و گرباں ہو جانا مناسب ہے؟ ثانیًا، کیا اڑنا جھگڑنا خود جائز ہے اور ثالثاً، کیا فرعی، جزوی اور چھوٹے چھوٹے معاملات میں اختلاف اور جھگڑنے کی گنجائش ہے؟ قرآن و حدیث پر اگر ایک سرسری نظر بھی ڈال لی جائے تو یہ واضح ہو جائے گا کہ اختلاف کی بنا پر دست و گرباں ہونا کم از کم ایک مومن صالح کے لیے ممکن نہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن پر ہاتھ نہیں اٹھاتا بلکہ وہ دوسرے مومن کی ذہال ہوتا ہے۔ ایک فرد کے مخالف ہونے کے لیے یہ کافی قرار دیا گیا ہے کہ جب بات کرے ”تو تو“ میں میں ”پر اتر آئے اور غلط زبان کا استعمال کرے۔ گویا نہ صرف ہاتھ بلکہ زبان سے بھی کسی مسلمان بھائی کو انتہ پہنچانا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نامناسب اور ناجائز قرار دے دیا گیا۔ قرآن کریم نے رَعَمَاءَ بَيْتُهُمْ کی جامع اصطلاح سے یہ بات واضح فرمادی کہ باہمی تعلق کی بنیاد شدت پر سی، نفرت، مکراو اور جھگڑا نہیں بلکہ مودت، رحمت، اخوت، انس، رواداری اور لطف و کرم ہے۔ اسی بنا پر قرآن کریم نے دو بھائیوں کے درمیان جھگڑے کی صورت میں یہ نہیں فرمایا کہ دور سے بیٹھ کر تمباشا دیکھو اور نظارہ کرتے رہو کہ ایک، دوسرے کا کیا حشر کر رہا ہے، نہ یہ فرمایا کہ جب کبھی فرصت مل جائے اور کرنے کا کوئی کام نہ ہو تو صرف ایک آدھ نصیحت کر کے دونوں فریقوں کو متوجہ کر دو بلکہ سورہ الحجرات میں یہ حکم دیا کہ اگر کوئی نزاع اور جھگڑا ہو تو اپنے بھائیوں میں صلح کردا۔ (فَاصْلِحُوا بَيْنَ أَخْوَيْكُمْ) اور اگر ان میں سے ایک حق کی طرف آئے کو تیار نہ ہو تو جو حق پر ہو، اس کا ساتھ دو۔ گویا اسلام خاموش تماثلی بننے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ انسانی فطرت کی اس کمزوری کو تسلیم کرتا ہے کہ بعض اوقات نزاع اور جھگڑے کی شکل بہت بھلے اور نیک افراد کے معاشرے میں بھی ہو سکتی ہے، اور جب ایسا ہو تو ان کی اصلاح کرنا امت کا فریضہ ہے۔

اب اصل مسئلے کی طرف آئیے۔ اسلام وہ واحد دین ہے جو معقولیت کے وائرے میں رہتے ہوئے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ اختلاف کا حق رہتا ہے اور آزادی رائے اور شوریٰ کو دین کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ قرآن و حدیث میں جس شوریٰ کا ذکر ہے وہ ہریات پر مرصد افت ثبت کر دینے کا ہم نہیں ہے بلکہ ایک سے زائد موقف، آراء اور اختلاف رکھتے ہوئے باہمی تبدلہ خیالات، دلائل کے تبدلے، غور و خوض کے

بعد عزم الامر [متفقہ فیصلہ] تک پہنچنے کا ہم ہے۔ اس سلسلے میں لازمی طور پر مسائل چاہے فروعی و جزوی ہوں یا بنیادی اور کلیدی، ان پر تبادلہ خیال بھی ہو گا اور اختلاف بھی ہو گا، جب ہی تو شوری ہو گی۔ گویا اسلام اختلاف کرنے کو نہ جرم سمجھتا ہے، نہ اس سے روکتا ہے بلکہ تعلیم و تربیت کے ذریعے وہ حریت فکر اور آزادی رائے کی تعلیم دیتا ہے جس میں ایک بودھی عورت بھی حضرت مسیح سے جب چاہے اور جمل چاہے سوال کر لے اور ایک خاتون، خلیفہ وقت سے قرآن کی دلیل کی بنا پر مرکے معاملے میں اختلاف کرتے ہوئے یہ کہہ دے: ”عمر! جو حق اللہ نے ہمیں دیا ہے، تم اسے محدود نہیں کر سکتے۔“

اس کا یہ مطلب تطھا ”نہیں کہ غیر ضروری طور پر معمولی سے معمولی مسئلے میں جب تک اختلاف نہ کر لیا جائے، دین مکمل نہیں ہو گا۔ مسائل چاہے معمولی ہوں یا بڑے، اسلام میں اختلاف کرنے اور رکھنے کی کنجائیش موجود ہے، شرط صرف یہ ہے کہ اس اختلاف کے لیے قرآن و حدیث سے کوئی بنیاد موجود ہو۔“

یہ اختلاف کیوں ہیں؟ انھیں کیسے دور کیا جائے، یہ ایک بالکل الگ مسئلہ ہے اور آپ کے سوال میں اس طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ اس لیے جواب کو آپ کے سوال کی حد تک محدود رکھتے ہوئے میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ اسلام نے اختلاف کا جو ادب و اخلاق ہمیں سکھایا ہے اس میں اختلاف رکھتے ہوئے باہمی محبت و اخوت کو شرط قرار دیا ہے۔ اگر ایک بھائی صلوٰۃ میں بالجھو آئیں کہتا ہے اور ایک خاموشی سے، اگر ایک سینے کے اوپر قلب کے قریب ہاتھ باندھتا ہے اور ایک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتا ہے تو جب تک سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے لیے بنیاد موجود ہے، کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اپنی تعبیر اور رائے دوسرے پر مسلط کرے۔ جن حضرات کی طرف ہم رہنمائی کے لیے دیکھتے ہیں، انھیں اپنالام کہتے ہیں، انھوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کے بوجود محبت، احترام، حق کہ اپنے مسلم سے ہٹ کر ان کی پیروی کرنے میں کوئی تکلف نہیں کیا۔ حضرت امام شافعیؓ نے جب مدینہ منورہ میں نماز پڑھی تو حضرت امام مالکؓ کی رائے کے احترام میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی کہ امام مدینہ ایسا کرتے تھے گو حضرت امام شافعیؓ کی اپنی رائے اس سنت کے حق میں تھی؛ جس میں ہاتھ سینے کے اوپر باندھ کر نماز پڑھنا افضل تھا۔

ہم جس امت کے افراد ہیں اس میں ہمارے ائمہ نے ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے محبت و احترام کو ہر ہر سطح پر باقی رکھا۔ یہ ہماری اپنی تاریخ، روایت اور ثقافت سے لاعلی ہے کہ ہم معمولی معمولی اختلافات کو بروح اچڑھا کر آپس میں دھنپتی، جھکڑے اور فساد کا سبب بنا لیتے ہیں۔ قرآن عظیم نے سورہ الحجرات میں جس اخوت کی تعلیم دی ہے، یہ اس کے بالکل متنافی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ اختلافات جو بعض اوقات بالکل فطری ہوں گے، رکھنے کے ساتھ ساتھ باہمی محبت کو بروح ایسا جائے۔

اخوت کا تقاضا ہے کہ اگر ہم کسی بھائی کو اُسکی دوسرے بھائی کے پارے میں نامناسب زبان استعمال کرتے ہوئے پائیں تو فوراً اس کی اصلاح کریں کہ حدیث نے صاف کہہ دیا: الدین نصیحہ۔ اگر وہ ناطق بیانی کر رہا ہے تو فوراً متوجہ کر دیں کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کمار بابے جو ایک انتہائی قتیل کرامت عمل ہے اور کم از کم ہم اس عمل میں شامل ہونے سے انکار کریں اور عمل سے یہ ظاہر کر دیں کہ ہم اُسی مردہ بھائی کا گوشت نہیں کھا سکتے۔ قرآن پاک نے اور حدیث شریف نے یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ بہت سے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ امت مسلم میں ایک سے زیادہ مسالک پائے جائیں۔ آخر کیا وجہ تھی کہ حضرت جبرئیلؑ نے خود نمازوں کے اول اور آخر وقت تشریف لا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لول و آخر اوقات کی تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ ان اوقات کے درمیان نماز پڑھنا درست ہے (یخاری) مسلم۔ اگر نماز جیسی بنیادی عبادت میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی تو اور بہت سے معاملات میں اختلاف کیوں نہیں ہو سکتا۔ ہاں، اختلاف کا جواب و اذائق ہے، اس پر عمل کرنا لازمی ہے۔

ہمارا اصل مسئلہ اختلاف نہیں اختلاف کے ادب کا ہے۔ جب تک امت مسلم کو تعلیم اور الہام عالمہ کے ذریعے سے یہ بات نہ سمجھائی جائے گی کہ وہ اخوت دمحجت کے ساتھ ساتھ ایک سے ذاتہ مسالک اختیار کر سکتی ہے، اس وقت تک ہم معمون معمونی یا توں پر ایک دوسرے کو کافر کہتے رہیں گے۔ اسلام چاہتا ہے کہ وسعت و رواداری کو اختیار کیا جائے اور معمولی معمونی یا توں کو نظر انداز کرتے ہوئے جن اور میں کوئی اختلاف نہیں ہے، ان کے قیام میں ایک دوسرے کا باقیہ تمام کر تعاون کیا جائے۔ کیا نماز کے اوقات اور نماز میں رفع یہ دین یا آئین بالجبر پر اختلاف کے باوجود ہم طل کر امت مسلم کو صلوٰۃ کی پابندی کی طرف نہیں بلکہ کیا ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان تک دین کی دعوت پہنچانے کا کام نہیں آر سکتے؟ کیا یہ عقلی رویہ ہے کہ فرضیت صلوٰۃ جس پر کوئی اختلاف نہیں، اس کو چھوڑ کر نماز کے دوران بعض معمولی اختلاف پر تو مناظرے اور جھوڑے ہوں لیکن جو لوگ خود کو دین کا مبلغ سمجھتے ہیں وہ جس بات پر کوئی اختلاف نہیں، یعنی خود نماز کا ادا کرنا، اسے بھول جائیں، اس پر نہ متوجہ کریں نہ گرفت کریں! اور اصل ہمیں اپنے طرز عمل پر تنقیدی نگاہ ڈال کر اس کی اصلاح کرنی ہو گی۔ اس کے بعد معمولی اختلاف ہوں یا ہوئے، وہ تشدد، نفرت اور زیادتی پر نہیں ابھار سکتے بلکہ اختلافات کے باوجود ہم ایک دوسرے سے محبت و تعلق قائم رکھ سکتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ خود صحابہ کرام اختلافات کے باوجود ایک دوسرے پر جان دیتے تھے اور اپنے بھائی کے تحفظ کے لیے کسی قریانی سے دربغ نہیں کرتے تھے۔ اسلام اخوت اور بھائی چارے کا نام ہے۔ یہ افتراق و دشمنی کا ذہن ہے اور چاہتا ہے کہ امت ایک جد واحد کی

طرح ہو جس میں ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو تمام جسم و درد کی نیسین محسوس کرے۔ یہ فوٹے کی نہیں جوڑنے کی تعلیم رہتا ہے۔ اس لیے آپؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ آپؐ کو صلد رحمی کے لیے بھیجا کیا، قطع رحمی کے لیے غمیں۔ آج صلد رحمی کی ضرورت سب سے زیادہ ہے۔ ہم امت صلد کو صرف محبت و اخوت کے ذریعے ہی وعیارہ اس بلندی پر لے جاسکتے ہیں جو اس کا مقدار تھی۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

مشورات کی تازہ ترین پیش کش

سچی بات

محترم خرم مراد — بھارتی قید سے

اپنے بیٹے کے نام لکھے گئے خطوط

۲۵ سال بعد پہلی بار

ہر نوجوان کی زندگی کے لئے راہنمائی

سخنات: ۸۸ قیمت: ۱۲ روپے = ۱۰۰ روپے سیکھہ

تحریکِ روحانی: سال گزشتہ کے ۱۰ کتابوں میں نئے اضافوں کے ساتھ

آج بھی طلب کیجئے

مشورات